ڈاکٹر عطش دُرّانی

اُردو اصطلاحات سازی: ایک نظرِ واپسیں

The researcher is an expert on Terminology and Translation. His doctoral dissertation was on "Urdu Terminology (A Critical Review)". After 20 years he is revisiting his thesis and found some new aspects on international scenario. In this paper he added new point to develop Urdu Terminology Semantics in Urdu is more inductive and extensive than English. The crux of the paper is this that terminology is a different way from lexicography. It depends upon convention and not on translation. Equivalents of any term be defined respectively for every field/ discipline and usage. So this may take hundreds of pages for a single entry. This volume of work can not be managed or handled in paper dictionaries rather a database/website that involves a huge budget. If we only translate the work/collection of English terms in European Union (IATE), we can get 23 European languages in addition free of cost, but who will bear the initial cost, i.e. too big. So we must leave this stone unturned.

۱۹۹۴ء میں کتاب **اُردو ''اصطلاحات سازی''** کے دوسرے ایڈیشن کی اشاعت کے بعد سے اب (۲۰۰۹ء) تک علم اصطلاحات اور تحقیق و تدوین میں بہت کچھ نیا سامنے آ چکا ہے۔ اصطلاح کی تعریف سے لے کر اُردو میں اصطلاح سازی کے انداز تک بہت کچھ بدل چکا ہے۔ ان سب کا ایک مختصر سا جائزہ لینا ضروری ہے۔ یہ جائزہ سابقہ معلومات میں قدرے اضافے کا سبب بنتا ہے۔ خاص طور پر کمپیوٹر اور اطلاعیات کے حوالے سے بہت سی صورت حال بدلے ہوئے انداز میں دیکھنے میں آئی ہے۔ خاص طور پر کمپیوٹر اور آئی ایس او کے حوالے سے نئی باتیں اور نئے حوالے سامنے آئے ہیں۔ بڑا مسئلہ یہ ہے کہ سائنسی و تکنیکی اصطلاحات بڑھتی ہی رہتی ہیں۔ یعنی ۱۹۹۰ء میں (اصطلاحات+مخففات) پانچ لاکھ ستر ہزار تھیں جو سات سو سے زیادہ سالانہ کے حساب سے بیس سال میں پندرہ ہزار سے زیادہ بڑھ گئیں۔ تو سو سال میں کتنی بڑھی ہوں گی۔ اصطلاح کسی علم یا فن کو بیان کرنے والے الفاظ یا مخففات ہی نہیں، یہ محض لسانی علامت ہوتی ہے۔[۱] چنانچہ اصطلاحات سازی یا ذخیرۂ اصطلاحات (Terminology) اب محض اصطلاحات کے نظام (System) کو کہیں گے جو کسی خاص میدان/مضمون سائنس یا آرٹ میں استعمال ہوتا ہے[۲] یا پھر یہ مخصوص تناظر میں استعمال ہونے والے الفاظ اور مرکبات کا نام ہے۔ ''اصطلاح'' کی تعریف کے حوالے سے برٹرینڈ رسل لکھتا ہے کہ ہر لفظ ایک اصطلاح ہے۔[۳] راصل اس نے جب اصطلاح کو محض اشیا اور تصورات میں تقسیم کیا تھا تو اس کے سامنے صرف لفظ تھا، علامت نہیں تھی۔ اشیا بھی دراصل تصورات ہوتی ہیں اور ایک نظام کے تحت پہچانی جاتی ہیں۔ اصطلاح نظام کے بغیر اپنا آزاد وجود نہیں رکھتی۔

ISO کے مطابق یہ کسی مخصوص میدان کے نظام تصورات کی نمائندگی کا نام ہے (معیار نمبر ۱۰۸۷)۔ یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ اصطلاح سازی ایک ایسی سرگرمی ہے جس کا تعلق مقررہ اصولوں اور طے شدہ طریقوں کی بنیاد پر تصورات کی نظام بندی (Systematization) اور نمائندگی یا مجموعہ ہائے اصطلاحات کی پیشکش سے ہے۔[۴]

اصطلاحات نگاری کی بنیادی شرائط میں جناب مقبول الرحمان کے نکات بھی قابل توجہ ہیں جن میں معقولیت، صحت، حسن ترتیب اور اندراج میں وسعت قابل توجہ ہیں۔[۵]

یہ ایک ایسا رسمی میدان یا ڈسپلن ہے جو تصورات کی عنوان بندی یا لیبل لگانے کے باقاعدہ مطالعے سے وابستہ ہے۔[۶]

علم اصطلاحات سازی کی بنیاد اس کے اپنے ہی نظری اصولوں پر قائم ہوتی ہے نہ کہ زبان پر۔ اس کے یہ اصول کچھ اس طرح سے ہیں:[۷]

- ☆ تصورات کا تجزیہ کرنا جو کسی سرگرمی کے احاطے میں استعمال ہو رہے ہوں۔
- ☆ تصورات سے وابستہ اصطلاحات کی نشان دہی کرنا۔
- ☆ ایک سے زیادہ زبانوں کے فرہنگ میں صحیح متبادلات متعین کرنا۔
- ☆ کاغذ پر یا کوائفیہ (database) میں اصطلاحات مرتب کرنا۔
- ☆ اصطلاحات کے کوائفیہ کا نظم و نسق چلانا یا بندوبست کرنا۔

کسی بھی اصطلاح کا اُردو میں ترجمہ کرتے ہوئے دراصل ہم عبوری اصطلاحات وضع اور استعمال کرتے ہیں جو اصطلاحی نظام کا حصہ نہیں ہوتی، اس لیے ہمیں ان ترجمہ شدہ اُردو اصطلاحات ہی کو علمی اصطلاحات نہیں سمجھ لینا چاہیے۔ جدید اصطلاحیات میں اس عمل سے منع کیا جاتا ہے۔[۸]

آئی ایس او (ISO) کے نزدیک بھی یہی امور نمبر ۱۰۸۷ میں بیان کیے گئے ہیں۔ ساگر نے ۱۹۹۰ء میں نظام کے علاوہ اصطلاح کو نظریے (تھیوری) کے ساتھ بھی وابستہ کیا ہے۔[۹] لیکن آئی ایس او میں اسے اصطلاحیات (Terminology Science) کہا گیا ہے۔ اب اصطلاح لسانی یا فلسفیانہ سے زیادہ اطلاعیاتی (Informatics) تعلق سے بیان ہوتی ہے۔

تصورات (Concepts) زبان سے ماورا ہوتے ہیں۔ اگرچہ الفاظ انھیں بیان کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس لیے کسی لفظ کے کوئی اصطلاحی معنی نہیں ہوتے۔ تصورات ذہنی حقائق کا نام ہے اور یہ مجرد ہوتے ہیں۔ ہمیں اصطلاحات ان کے ابلاغ کے لیے وضع یا طے کرنا پڑتی ہیں جو عام زبان کے الفاظ یا اس عام مفہوم میں نہیں ہوتے۔ کم علم لوگ الفاظ اور معنی پر جھگڑا کرتے ہیں۔ تمام تصورات ایک دوسرے کے ساتھ وابستہ ہوتے ہیں۔ اس لیے اصطلاحات کو بھی ایک نظام کے تحت آنا پڑتا ہے۔ تصورات کے لیے کسی قسم کی علامات کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ علامات محض ان کے ابلاغ کے لیے استعمال ہوتی ہیں۔[۱۰]

تصورات اور اصطلاحات کی معنویاتی مثلث کو اصطلاحیاتی نقطۂ نظر سے ایک مخروط کی صورت میں دیا جا سکتا ہے۔ جس میں تصور (Concept) اوپر اور اصطلاح (Term)، شے (Object) تعریف (Definition) نیچے حسب ذیل ہوتے ہیں:[۱۱]

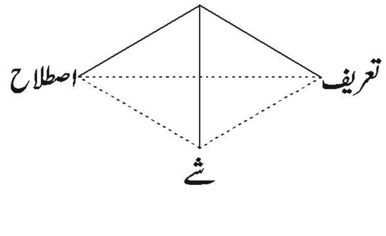

علم اصطلاح میں نئی اصطلاح اس وقت تک قابل قبول نہیں ہوتی جب تک کہ وہ اصطلاحات کے نظام کا حصہ نہیں بن جاتی۔اس کے لیے اصطلاحوں کے مابین تعلق کے پچاس درجے ہیں تاہم اصطلاحات کے معنوی نظام کے لیے اس سے کم تعلقات کی ضرورت ہوتی ہے۔ (۱۲) مثلاً:

☆ رابطہ کار تعلق: مترادفات اور متضادات کا تعلق

☆ ذیلی تعلق = ISA، PARTOF، HASPROP، TYPEOF، CLASSOF تعلقات، جن میں سے پہلے دو اہم ہیں۔

ا۔ ISA تعلق عمومی نوعیت کا ہے۔یعنی اگر ہر لا، ما کی ایک قسم ہے تو یہ تعلق ISA نوعیت کا ہے۔مثلاً کوئی ''ترکیب'' ایک ''لفظ'' ہے (۱۳)۔

۲۔ PARTOF تعلق جزوی تعلق کا نام ہے۔یعنی اگر ہر لا، ما کا ایک حصہ ہے مثلاً کوئی ترکیب ''لفظ سازی'' کا حصہ ہے (۱۴)۔

اصطلاحات کی معیار بندی کے لیے ISO نے بارہ معیارات مقرر کر رکھے ہیں جن کے نمبر یہ ہیں:

1024، 1087، 12200، 12618،
1951، 6156، 639، 704،
860، 1087، 704، 12620۔

ان میں ایک اور کا اضافہ کیا جا رہا ہے۔ 12616۔

اُردو مترجمین کو نئی اصطلاح سازی اور معیارت کے ان امور کا علم ہونا چاہیے۔اگر کوئی اصطلاح ان معیارات پر پوری اترتی ہے تو وہ قبول ہوگی۔ذاتی پسند ناپسند کا اصطلاحات کے علم میں کوئی گزر نہیں۔انھیں اصطلاح کے پیچھے موجود تصور کو سمجھ کر اُردو مترادف لانا چاہئیں نا کہ لفظ کا ترجمہ۔

۱۹۹۱ء میں **اُردو اصطلاحات سازی** کے موضوع پر پنجاب یونیورسٹی نے ڈاکٹریٹ کی ڈگری دی تھی اور ۱۹۹۳ء میں یہ مقالہ پہلی بار شائع ہوا۔۱۹۹۴ء میں اس کا دوسرا ایڈیشن سامنے آیا۔اس دوران (۱۹۹۳ء) میں ''**اُردو اصطلاحیات نگاری**'' (کتابیاتی جائزہ) (۱۹۹۳ء)، اور ''**لغات و اصطلاحات میں مقتدرہ کی خدمات**'' شائع ہوئے۔مختلف ماہرین نے اس حوالے سے جو تبصرے، مقالات اور تحقیقات پیش کیں، انھیں **اصطلاحی مباحث** کے نام سے ۱۹۹۸ء میں شائع کر دیا گیا۔اس میں خاص طور پر ڈاکٹر انعام الحق کوثر، ظہیر مشرقی، ڈاکٹر جمیل جالبی، عزیز ابن الحسن کے مقالات کتاب ''**اُردو اصطلاحات سازی**'' اور ''**اصطلاحات جامعہ عثمانیہ**'' کے حوالے سے پیش کیے گئے۔افتخار عارف، ڈاکٹر مصباح العین خان، ظفر اقبال، معین الدین قریشی، نیاز عرفان، مسز پروین شاہد اور ڈاکٹر رحیم بخش شاہین کے مقالات **سائنسی و تکنیکی لغت** (جلد اول) کے حوالے سے تھے۔اُردو میں علم اصطلاحات کے موضوع پر ''**اُردو اصطلاحیات**'' کے نام سے مجوزہ کتاب کو ''**اصطلاحی جائزے**'' (۱۹۸۸ء) کے عنوان سے شائع کر دیا گیا، جس میں نظری اور اطلاقی علم اور مختلف اداروں اور شخصیات پر روشنی ڈالی گئی۔خاص طور پر ''علمی انجینئری، اصطلاحات سازی کے منصوبوں کا تجزیہ، اُردو میں اصطلاحی نظریے اور نظام کی ضرورت، چند نئے تصورات، اُردو زبان کی ترقی کا پیش منظر، تعلیم بالغاں کا اصطلاحی انتشار اور قاضی محمد اعلیٰ بن علی تھانوی ایزاد و اضافہ تھے۔

اُردو اطلاعیات کے حوالے سے کمپیوٹر سافٹ ویئر کو اُردو میں بدلتے ہوئے کئی مباحث ''**برقیاتی فرہنگ برائے کمپیوٹر**'' (۲۰۰۵ء) میں اور ''**اُردو اطلاعیات**'' (جلد اول) (۲۰۰۸ء) میں پیش کیے۔ (۱۵) شکیل فاروقی کے مرتبہ **لغت برائے بینک و مالیات** (۲۰۰۱ء) کے پیش لفظ میں اس کے نظام اصطلاحات کا جائزہ لیا گیا۔ (۱۶) نظام اصطلاحات کے حوالے سے

اُردو میں ابھی صرف یہ ایک لغت سامنے آیا ہے۔ اس کے پیش لفظ میں راقم نے اس کے نظام پر خاصی روشنی ڈالی ہے۔ تاہم اس پر بعض اہلِ علم کے تحفظات بھی پیشِ نظر رہنے چاہییں۔ محمد احمد سبزواری جو اس کی ابتدائی ٹیم کا حصہ تھے۔ وہ لکھتے ہیں: (۱۷)

> ''اس میں سب سے پہلے مترادفات پر ایک نظام قائم کیا گیا۔ یہ دو تختوں (سطحوں) پر وضع کیا گیا۔ پہلی سطح کا نظام ایک واحد کلیدی اصطلاح ...... دوسری تحت پر انگریزی اصطلاحات کے اُردو مترادفات کی اچھی خاصی تعداد...... کو سیٹ کے طور پر...... اٹھارہ سیٹ...... ان کے اُردو مترادفات خصوصاً کلیدی اصطلاحات کے لیے نظاماتی طور پر تفویض کیے گئے''۔

ایک اور نظام کمپیوٹر کی اصطلاحات کے حوالے سے ہمیں وضع کرنا پڑا جو مائیکروسافٹ کے سافٹ ویئر پروڈکٹ ونڈوز اور آفس کو اُردو میں بدلتے ہوئے قائم کرنا پڑا۔ تاکہ عبوری الفاظ اور تراجم سے جان چھوٹے اور قرارداد کا سہارا لے کر ہر اصطلاح کے لیے جدا مترادف وضع کیا جائے۔ اس کام کی تشریح اور توضیح **برقیاتی فرہنگ** اور **اُردو اطلاعیات** (جلد اول) میں ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔

ان دو لغات کے علاوہ بھی اُردو میں اصطلاح سازی کا ایک واضح نظام سامنے لانے کی کوشش کی جانی چاہیے جو **سائنسی و تکنیکی لغت** (جلد اول) اور **اصطلاحی جائزے** میں بیان کر دیا گیا۔ نگاہ اہلِ ہمت کے اٹھنے کے منتظر ہے۔

انگریزی کی نسبت اُردو کی معنی آفرینی کی زیادہ وضاحت میں چند مزید نکات سامنے آئے ہیں جیسے خاص طور پر اُردو میں اس نکتے کے لیے کئی مثالیں دی جا سکتی ہیں۔ ڈاکٹر رؤف پاریکھ نے ''اُردو اور بو'' کے عنوان سے انگریزی اور اُردو کی کئی اصطلاحی جہتیں اور وسعتیں بتائی ہیں۔ ان کے نزدیک انگریزی میں خوشبو اور بدبو کو ظاہر کرنے کے لیے کوئی دس بارہ الفاظ ہیں لیکن یہ تمام محض بو کے خوشگوار یا ناگوار ہونے کا اظہار کرتے ہیں۔ ان سے پتا نہیں چلتا کہ خوشبو یا بدبو کس چیز کی ہے۔ اُردو میں بو کی مختلف اقسام، کیفیات، شدت وغیرہ کے لحاظ سے عربی، فارسی الفاظ کو چھوڑ کر خالص اُردو کے بیس سے زائد الفاظ ہیں جیسے ''باس، بساند، بھبھک، بھق، بھکر، بھکراند، بھکساند، جلاند، چراہند، چھچھلاند، سڑاند، سسلاند، سگندھ، کھکھراند، کپڑباس، گند، مہک، لپٹ، پراند، ہیک وغیرہ۔ (۱۸) اصطلاحات سازی میں یہ پہلو بہت اہم ہے۔

نیشنل کالج آف فزیشن کراچی کی طرف سے ایک تحقیقی مقالہ بطور ریفری دیکھنے کا موقع ملا جو ''درد'' کے موضوع پر کچھ اسی قسم کی وسعت کو پیش کرتا تھا۔ بعد میں یہ مقالہ اُردو میں ترجمہ کرا کے مصنف نے ''اخبارِ اُردو'' میں شائع کر دیا۔ (۱۹) بریگیڈیر ایم سلیم نے ایک سرجن کے کلینک میں مریضوں پر درد کی شدت اور الفاظ کا جائزہ سائنسی تحقیق کے انداز میں لیا اور ان کے انگریزی متبادلات بھی درج کیے۔ اس مطالعے میں درد کے بیان کے لیے ۱۰۶ کے قریب الفاظ سامنے آئے جو ۲۶ لفظی گروہوں میں تقسیم کیے گئے مثلاً حسی، تاثراتی، جداگانہ، اضافی، توانائی، ہیئتی، جذباتی، تجزیاتی وغیرہ۔

اُردو میں لفظ سازی و ترکیب سازی پر فارسی انداز کا اثر بہت زیادہ ہے۔ فارسی لفظ و اصطلاح سازی کی خصوصیات کے ضمن میں مختار مسعود نے بھی ایک بات کہی ہے۔ یعنی بات مختصر اور مکمل، آسان اور شیریں ہو۔ اس کی مثالیں دیتے ہوئے ''لوحِ ایام'' میں ایک جگہ لکھتے ہیں: (۲۰)

> ''کام کے ہر مرحلے کے لیے فارسی کے دامن میں ایک ایک موتی موجود ہے۔ کام نہ ملے تو بیکار، کام ملے مگر تنخواہ نہ ملے تو بیگار، محض ضابطہ کی پیروی ہو تو کاغذ بازی، کام مستعدی سے ہو جائے تو کارگزاری، مقررہ وقت سے زیادہ عرصہ میں ہو تو اضافہ کاری۔ کام کرنے والا سیکھ رہا ہو تو کارآموز، تجربہ کر رہا ہو تو کارآزما، چالاک ہو تو کاریگر، ماہر ہو تو کارشناس، کام کرے اور کوئی نہ پوچھے تو کارکن، کام نہ کرے اور نائب وزیر ہو جائے تو کاردار، وزارت میں آ کر اصل پر جائے تو خراب کار، فارسی بھی کیا شایستہ اور کارآمد زبان ہے''۔

لیکن جدید فارسی اور پاکستانی فارسی میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ گویا اب اس فارسی سے استفادہ ممکن نہیں رہا ''جو پاکستان میں بے آواز ہے، وہ ایران میں بے صدا ہے، اردو میں جو شیش محل، وہ فارسی میں آئینہ خانہ یا جام خانہ،[۲۱] جہاں تک تفریس کا مسئلہ ہے، وہ زیادہ تر فرانسیسی سے ہوتی ہے۔ جیسے ریفرنڈم کو رفوندم بنالیا گیا ہے لیکن فارسی میں بھی اس کے لیے لفظ موجود ہے۔ بقول مختار مسعود ''فارسی کوئی ایسی تہی دامن زبان نہیں ہے''۔ لکھتے ہیں:[۲۲]

> ''اگر آپ کسی سے ایران کا حاصل پوچھیں تو احوال پرسی، کسی صحت مند سے اس کا حال پوچھیں تو مزاج پرسی، اگر بیمار سے جا کر اس کا حال پوچھیں تو بیمار پرسی، کوئی بھی پوچھنے کے لیے نہ آئے تو کس مپرسی، الہٰذا کسی مسئلہ پر سب کی رائے حاصل کریں تو اسے کہیں گے، ہمہ پُرسی''۔

سید ذوالفقار علی شاہ اپنے سفرنامہ ایران **یادیار مہربان** میں اس نکتے کی وضاحت اور تائید میں لکھتے ہیں:[۲۳]

> ''جب مملکت خداداد پاکستان معرض وجود میں آئی۔ ان دو برادر قوموں کے روابط بحال ہوئے تو عجیب و غریب صورت حال تھی۔ پاکستان کے بڑے بڑے نامور فارسی زبان کے اساتذہ بھی ایرانیوں سے گفتگو میں دقت محسوس کر رہے تھے۔ کئی الفاظ نے اپنے روایتی معانی کے جبے اور پیراہن بدل لیے تھے۔ اجنبی زبانوں کے متعدد الفاظ، فارسی بول چال میں گھس چلے تھے۔ نئی نئی تراکیب اور اصطلاحات زبان زد عام تھیں۔ کئی لفظ اپنے ہی دیس میں پردیسی بن چکے تھے، کئی ایک نے صوتی، تحریری اور تقریری میدان میں ایک دوسرے پر غاصبانہ قبضہ جما رکھا تھا۔ ان تبدیلیوں نے بڑے بڑے اچھوتے لطیفے جنم دیے۔ جدید فارسی میں ''مشت زنی'' مکہ بازی یا Boxing کو کہتے ہیں۔ ''آرام گاہ'' سے مراد ''مقبرہ'' ہے، مقام استراحت نہیں۔ ''ملکہ'' کے لیے ''شاہ بانو'' کی ترکیب وجود میں آئی ہے۔ ''نوشیدن'' کے روایتی معانی کو ''خوردن'' نے چھین لیا۔ اب ''آب نوشیدن'' نہیں ''آب خوردن'' کے لیے طلب کیا جاتا ہے۔ کئی مقامات پر ''ق'' کو ''غ'' اور ''غ'' کو ''ق'' کی صدا کے لیے وقف کر دیا گیا ہے۔ ''غزل'' کو ''قزل'' کہنے کا رواج عام ہے۔ ''کباب قاز'' کو ''کباب غاز'' کی آواز سے پکارا جاتا ہے۔ ''الف'' کو ''و'' میں بدل کر بولا جاتا ہے۔ یوں ''نان'' نے اب ''نون'' کا صوتی برقعہ پہن لیا ہے۔ ایسے ''و'' نے ''ا'' کو دربدر کر دیا ہے''۔

اُردو میں اصطلاح سازی کا ایک اور پہلو قابل توجہ ہے۔ اپریل ۱۹۳۶ء میں تاراچند نے بھی اصطلاح سازی کے اصول بیان کیے تھے، جن میں سے یہ پہلو قابل تذکرہ ہے کہ سائنس کے الگ الگ گروہ بنا لیے جائیں اور پھر یہ طے کر لیا جائے کہ ان میں سے کس گروہ کے لیے اصطلاحیں ایجاد کی جائیں گی اور کس کے لیے مانگ کر کام چلایا جائے گا۔ انھوں نے مندرجہ ذیل گروہوں کی تجویز دی:[۲۴]

۱۔ ریاضی: ان میں نپی تلی اصطلاحوں کی ضرورت ہے۔ عام لفظوں کی ضرورت نہیں۔
۲۔ علوم فطری: کیمیا، طبیعیات، حیوانیات، نباتات، فعلیات، تشریح الاعضا، ارضیات، جغرافیہ۔ ان میں بھی اصطلاحوں کا غلبہ ہے۔
۳۔ انسانیات: نسلیات، اجتماعیات، معاشیات، فلسفہ، سیاسیات، فقہ، نفسیات۔ ان میں عام الفاظ زیادہ ہیں۔
۴۔ تاریخ: سیرت، سفرنامے۔ ان میں اصطلاحات عام طرز ادا میں ہیں۔
۵۔ ادب: ان میں طرز ادا اور انداز بیان اہم ہے۔

پہلے دو گروہوں کے لیے انھوں نے انگریزی اصطلاحیں بعینہ لینے کی تجویز دی۔ البتہ تصرف کیا جا سکتا ہے۔ تیسرے گروہ کے لیے ٹکسالی زبانوں میں ترجمہ کر کے الفاظ لیے جائیں۔ چوتھے گروہ میں صرف موجود الفاظ کی کمی دور کرنا ہوگی۔ روزمرہ

فنون کے بارے میں تاراچند لکھتے ہیں:(۲۵)

''آپ لاکھ اصطلاحیں بنائیں۔ جو اس فن کے ماہر کہیں گے وہی آپ کو ماننا پڑے گا...... بازار کا آدمی ان لوگوں کی پروا نہیں کرتا جو فلسفہ کی عینک سے عملی دنیا پر نظر ڈالتے ہیں......سائنسدانوں کی اصطلاحیں بین الاقوامی لیں......البتہ فلسفہ میں ترجمے کی ضرورت ہے......عربی، فارسی سے بھی مدد لی جاسکتی ہے......''

۱۹۴۳ء میں ایک اور صاحب جناب مقبول الرحمان نے اصطلاح سازی بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ اصطلاح نگاری کے لیے بھی اصول پیش کیے۔ جو کچھ یوں تھے۔ ان کے نزدیک سائنس کے فرہنگ کو مندرجہ ذیل شرائط پر پورا اترنا چاہیے:(۲۶)

۱۔ معقولیت: سادگی، صراحت، اختصار، وضاحت اور اثر شامل ہو اور قابل فہم ہو۔
۲۔ صحت: قریب المفہوم ہو۔ ذومعنویت اور الجھاؤ نہ ہو۔
۳۔ حسن ترتیب: لفظ اپنے سیاق میں موزوں ہو۔ یعنی صوتی حوالے سے برمحل اور خوش آواز ہو۔
۴۔ رواج میں وسعت: حصول علم اور طلبہ کا گفتگو میں روانی پیدا کرسکیں۔

چنانچہ اس حوالے سے انھوں نے مندرجہ ذیل اصول پیش کیے:

۱۔ جو الفاظ روزمرہ رچ بس گئے ہیں، انھیں بعینہ لے لیا جائے۔
۲۔ نئے الفاظ کے لیے مقامی یا پھر سنسکرت الاصل الفاظ لیے جائیں۔
۳۔ لفظی اختراع یا وضع الفاظ میں پورے سائنسی الفاظ کو بھی ساتھ ساتھ رہنا چاہیے۔ گویا ذولسانی اصطلاح سازی کی جائے۔
۴۔ کوئی زبان تمام شعبوں میں یکساں کامیابی کے ساتھ استعمال نہیں کی جاسکتی۔ گویا ایجاد بندہ پر توجہ دینا ہوگی۔

اصطلاحات سازی اور علم اصطلاحات سے آگے بڑھیں تو ایک اور میدان ہمارا منتظر ہے۔ اسے بندوبست اصطلاحات (Terminology Management) کہا جاتا ہے۔ بعض کے نزدیک اصطلاحات ہر دس سال میں دگنی ہو جاتی ہیں۔ جیسا کہ ڈاکٹر سعید اختر دُرّانی نے اپنے ایک مضمون میں لکھا تھا۔ ان میں سے بہت سی متروک ہوتی رہتی ہیں۔ ان کے نزدیک جب جامعہ عثمانیہ نے آج سے ستر اسی سال پیشتر (۱۹۲۶ء سے ۱۹۳۶ء تک اصطلاحات اُردو میں جمع کردی تھیں تو اب تو ۹۹.۶٪ اصطلاحات نئی ہیں اور جامعہ کی اصطلاحات کا صرف ۰.۴٪ کارآمد ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا ہم نے ان اضافوں اور افزیشوں کے ساتھ ہم قدمی قائم رکھی ہے یا نہیں؟(۲۷) گویا وہ سابقہ اصطلاحات اب ہمارے کام کی نہیں۔

ڈاکٹر سعید اختر دُرّانی کا تخمینہ کچھ زیادہ ہے۔ اصطلاحات بڑھنے کی سالانہ رفتار سات سو کے قریب ہے۔ اس لحاظ سے ۸۰ سال میں یہ تعداد پچاس ساٹھ ہزار بنتی ہے۔ ۱۹۹۰ء میں اصطلاحات کی تعداد انگریزی میں چار لاکھ ساٹھ ہزار تھی تو ۲۰۱۰ء تک پندرہ ہزار تک بمشکل پہنچی ہوگی۔ حیدرآباد دکن کے زمانے سے بقول ڈاکٹر سعید اختر دُرّانی ۲۵۶ گنا بڑھ چکی ہے جو ایک زائد تخمینہ ہے۔ تاہم یہ ضرور ہے کہ دکنی دور کی اصطلاحات کا بیشتر حصہ مسترد ہو چکا ہے اور نئی اصطلاحات سامنے آچکی ہیں۔ اس لیے دکن پر فخر نہیں کرتے رہنا چاہیے۔

اصطلاحاتی بندوبست میں جو امور شامل ہیں ان میں سرفہرست اصطلاحات کی معیار بندی، متعلقہ میدان/مضمون کے لوگوں کا اتفاق رائے یا قرارداد، اصطلاحات کا تحفظ اور استعمال، فریق ثالث کی تصدیق وغیرہ اہم ہیں۔ ایک اندازے کے مطابق اگر اصطلاحات سازی پر تیس فی صد وقت صرف ہو تو اس کے نفاذ اور استعمال کروانے پر ستر فی صد وقت صرف ہونا چاہیے۔ یہاں ماہرین اصطلاحات کا کردار بھی اہم ہو جاتا ہے۔ اسے نہ صرف مختلف متون اور اردو تراجم میں سے اصطلاحاتی متبادلات جمع کرنے ہوتے ہیں بلکہ انھیں عبوری الفاظ کو اصطلاحی نظام کا حصہ بنانے کے لیے علم اصطلاح کا سہارا لینا ہوتا ہے۔

اس لیے محض ادیب، مترجم یا ماہر زبان ہونا کافی نہیں، اصطلاحی نظام کو سمجھنا اور اس کے اصولوں پر عمل پیرا ہونا بھی ضروری ہے۔

یہاں کچھ وقت لغت نگاری اور اصطلاحات نگاری کے فرق کو ملحوظ رکھنے میں صرف کر لینا چاہیے۔ لغت نگاری الفاظ، قواعد، معنی، استعمال اور عمومی زبان سے الفبائی ترتیب کا لحاظ کرتی ہے جبکہ اصطلاحات نگاری اصطلاحات ہی نہیں تصورات اور مخصوص استعمال اور گروہی ترتیب کے مطابق ہوتی ہے۔ اردو مترجمین اکثر محض اصطلاحی الفاظ کو دیکھتے اور ان کے اردو مترادفات تلاش کر کے ان کی موزونیت تلاش کرتے ہیں، جو زیادہ سے زیادہ عبوری اردو اصطلاح قائم کرنے میں مدد دے سکتے ہیں۔ ماہر لغات رگز (Riggs) لکھتا ہے کہ لغت نگاری کا بنیادی مقصد قارئین کو متن کی تشریح میں مدد دینا ہے جبکہ اصطلاحات نگاری کا بنیادی مقصد لکھنے والوں کو متن تیار کرنے میں مدد دینا ہے یعنی لغت نگاری الفاظ کے معنی بتاتی ہے اور اصطلاحات نگاری تصورات سے متن کے ذریعے کسی طے شدہ اصطلاح تک پہنچنے میں مدد دیتی ہے۔ (۲۸)

اصطلاحی بندوبست اور اصطلاحات نگاری میں ماخذ اصطلاح (انگریزی)، ہدفی اصطلاح (اُردو)، حوالہ نمبر، موضوع/میدان، تعریف وتشریح (تصور)، تاریخ اندراج، تبصراتی سطور کا درج ہونا ضروری ہے۔ اس کے ساتھ اگر مخففات، سرنامیے (acronyms)، تلفظ، سیاق وسباق، متعلقہ تصورات، تاریخ تخلیق کار فرد یا ادارے کا نام بھی درج کر لیا جائے تو استناد بڑھ جاتا ہے۔ نولفظیت (Neologism) زیادہ توجہ کی مستحق ہوتی ہے۔ دور جدید میں نجی تجارتی اداروں نے ٹریڈ مارک اصطلاحات کو بہت فروغ دیا ہے۔ ایک ہی تصور کئی ایسے الفاظ یا مرکبات سے ظاہر ہوتا ہے۔ جو ایک دوسرے سے مختلف ہوتے ہیں۔ اس لیے بھی ماہر اصطلاحات سازی کی اہمیت بڑھ جاتی ہے۔ ماہر اصطلاحات تحقیق میں مصروف رہتا ہے۔ وہ اصطلاح کے سیاق وسباق میں موجود تصور کو جاننے کی کوشش کرتا ہے اور یہ دیکھتا ہے کہ کیا اس تصور کے لیے اُردو میں مناسب مترادف موجود ہے۔ وہ اصطلاحی نظام کا وہ حصہ جاننے کی کوشش کرتا ہے جہاں ماخذ زبان کی اصطلاح وضع کی گئی تھی۔ اس مقصد کے لیے آج انٹرنیٹ کی سہولت حاصل ہے۔ وہ دوسری متعلقہ زبانوں (عربی، فارسی، ترکی، ہندی وغیرہ) میں اس کے مترادفات کو بھی پیش نظر رکھتا ہے۔ یاد رہے کہ اُردو اصطلاح کو تصور (concept) کے مطابق درست ہونا چاہیے نا کہ ترجمے یا عام لسانی قواعد کی رُو سے اور اس اُردو مترادف پر متعلقہ میدان/مضمون کے لوگوں کا اتفاق رائے ہو۔ (۲۹)

دنیا میں اصطلاحات کا سب سے بڑا ذخیرہ Eurodicautom ہے جو یورپی یونین نے ۱۹۷۵ء میں قائم کیا تھا۔ ۱۹۸۰ء میں یہ زیر استعمال آیا اور پہلے چھ، پھر سات، پھر نو اور بالآخر گیارہ یورپی زبانوں میں اس نے مترادفات جمع کر لیے۔ اس کا مرکز لکسمبرگ میں قائم کیا گیا تھا۔ ۲۰۰۷ء میں اس کی جگہ IATE انٹرا ایکٹوٹرمنالوجی فار یورپ نے لے لی۔ (۳۰)

IATE کا آغاز ۱۹۹۹ء میں ہوا۔ ۲۸ جون ۲۰۰۷ء میں اسے عوام کے استعمال کے لیے کھولا گیا۔ اس میں کئی اداروں کی اصطلاحات جمع کی گئیں۔ ایک اندازے کے مطابق ۲۳ زبانوں میں ۸۷ لاکھ اصطلاحات جمع ہوئیں۔ جن کے ساتھ پانچ لاکھ چالیس ہزار مخففات اور ایک لاکھ تیس ہزار فقرے بھی ان یورپی زبانوں میں جمع ہوئے۔ ہر زبان کا ذخیرہ مختلف ہے۔ بعض مترادفات ہر زبان میں میسر نہیں۔ (۳۱) اس لیے ہم اس تعداد کو ۲۳ پر تقسیم کر کے اوسط نہیں نکال سکتے۔ اس میں ۲۱ موضوعات پر نئی اصطلاحات بھی روزانہ شامل کی جاتی ہیں۔ اگر ہم اس میں صرف ایک اصطلاح Input کے معنی تلاش کرنے لگیں تو ان کے مترادفات دو صفحات میں بیس اکیس علوم کے گروہوں میں درج ہیں۔ اس کے بعد مرکبات ہیں جو انھی گروہوں میں ۱۰۶ صفحات تک چلے جاتے ہیں۔ (۳۲) ۱۰۸ ویں صفحے پر پورا جملہ دوسری زبانوں میں جملے کی صورت میں موجود ہے۔ (۳۳) اس سے ہم اصطلاحات نگاری کے انداز کو بھی سمجھنے کی کوشش کر سکتے ہیں، جو لغات نگاری سے مختلف ہے۔ گویا کسی انگریزی اصطلاح کا محض اُردو ترجمہ یا ایک آدھ ترجمہ کافی نہیں۔ ہر مضمون اور محل استعمال میں ترجمہ مختلف ہوگا، اس لیے صرف ایک اندراج گویا سو سے زیادہ صفحات پر بکھر جائے گا۔ یہ کام کوائفیہ یا ڈیٹا بیس ہی پر پیش کیا جا سکتا ہے، کاغذی لغت میں نہیں۔ سوال یہ پیدا ہوتا

ہے کہ اردو میں ہم کہاں کھڑے ہیں؟ نیز اگر ہم اُردو میں اصطلاحات کا کوائفیہ صرف انگریزی کے حوالے سے تیار کرلیں تو ۲۳ یورپی زبانیں اس کے ساتھ مفت مل جائیں گی۔ جو اہل یورپ نے یورپی یونین کے چودہ لاکھ یورو کے خرچ سے جمع کی ہیں اور سالانہ وہ چھ لاکھ سے زیادہ یورو عملے کے اخراجات پر صرف کر رہے ہیں۔ ہم اس کام کے لیے کتنا بجٹ مہیا کر سکتے ہیں؟ شاید صفر بھی نہیں۔ پھر ہم اُردو میں سائنس ٹکنالوجی کا خواب کیوں دیکھ رہے ہیں؟

حوالہ جات

1. http://coral2.spectrum.uni-bielefeld.de/~ttrippel//terminology
2. http://dictionary.reference.com,P.1
3. Russell, Bertrand, **The Principles of Mathematics,** London (1903), 2nd Ed. 1937, P:43
4. Sonneveld, Helni B. & Kurt L. Loening, **Terminology: Application in Interdisciplinary Communication,** Amsterdam, 1993 Preface, P:2

۵۔ مقبول الرحمان، ''ہندوستانی'' الہ آباد،۱۹۴۳ء بحوالہ: اُردو، ہندی، ہندوستانی''، پٹنہ:۱۹۹۳ء

6. en.wikipedia.org/wiki/terminology, P.1
7. Ibid, P.2
8. Ibid, P.2
9. Sager, J.C, **A Practical Course in Terminology Processing**, Amsterdam: Benjamins, 1990.

۱۰۔ مزید بحث کے لیے دیکھیں:

. Characteristics of concepts: http://Coral2.spectrum.uni-bielefeld.de/~/ttrippel//terminology.

11. Suonuuti.,H.,**Guide to Terminology**, Helsinki:Nordterm, 1997.
12. Lahmann, **Linguistic Terminology**, University of Bielfeld, 1996.
13. Eaglet, **Termban to spoken Language System**, Phase II Project for European Commission, 1997-99
14. Eaglet, Ibid.

۱۵۔ (الف) ڈاکٹر عطش دُرّانی، **اُردو اصطلاحات سازی**، اسلام آباد: انجمن شرقیہ علمیہ، پہلا ایڈیشن، ۱۹۹۳ء، دوسرا ایڈیشن ۱۹۹۴ء

(ب) **اُردو اصطلاحات نگاری**، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۹۳ء

(ج) **لغات و اصطلاحات میں مقتدرہ کی خدمات**، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۹۳ء

(د) **سائنسی و تکنیکی لغت**، جلد اول، کراسہ اول (A)، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۹۵ء

(ر) **اصطلاحی مباحث**، اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۹۸ء

(س)**اصطلاحی جائزے**، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان،۱۹۹۸ء

(ص) **برقیاتی فرہنگ برائے کمپیوٹر**،اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۲۰۰۵ء

(ط) **اُردو اطلاعیات**(جلداول)، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان،۲۰۰۸ء

16. Shakil Faruqi, **Glossary Banking and Finance**, Karachi: State Bank of Pakistan,(1st Ed. 1999) 2nd Ed. 2001.

۱۷۔ محمد احمد سبزواری، **اُردو میں سائنسی و تکنیکی اصطلاح سازی کا عمل**، ''اخبار اردو'' اسلام آباد، اکتوبر ۲۰۰۷،ص:۶۵

۱۸۔ ڈاکٹر رؤف پاریکھ، **اردو اور بو**، ''قومی زبان''، کراچی، جون ۱۹۹۱ء،ص ص:۵۸،۵۹

۱۹۔ بریگیڈیر ایم سلیم، **اصطلاحات درد**، (ترجمہ: محمد اسلم الوری)،''اخبار اردو''،اسلام آباد، جولائی ۲۰۰۲ء،ص:۲۸

۲۰۔ مختار مسعود، **لوح ایام**، لاہور: فیروز سنز، یکم جنوری ۱۹۹۱ء،ص:۴۱۴

۲۱۔ ایضاً، ص :۴۲۰،

۲۲۔ ایضاً،ص :۴۱۸

۲۳۔ سید ذوالفقار علی شاہ، **یاد یار مہربان**، لاہور: ابلاغ،۱۹۹۴ء،ص:۹

۲۴۔ **اُردو، ہندی، ہندوستانی**، پٹنہ: خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری،۱۹۹۳ء،ص:۱۸۲

۲۵۔ **ایضاً**،ص:۲۰۶

۲۶۔ ''سائنس''، پٹنہ: خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری،۱۹۹۳ء،ص ص:۱۲۳تا ۱۳۰

۲۷۔ ڈاکٹر سعید اختر دُرّانی، **جدید ٹکنالوجی اور اُردو زبان**، ''اخبار اردو''، اسلام آباد، جولائی ۲۰۰۷ء،ص:۳۱

28. Riggs (1989) "International Journal of Lexicography" 2 (2) pp:89-110 in **Sonneveld's Terminology,** 1993, P:44.

۲۹۔ مزید حوالوں کے لیے دیکھیں:

1. www.lai.com/lai
2. owl.english.perduce.edu/internet/resources
3. ftp.microsoft.com/developer/msdn/newup/glossary

30. en.wikipedia.org/wiki/eurodicautom

31. iate.europa.eu/rapid/pressReleasesAction.do?reference

۳۲۔ دیکھیں: ضمیمہ۔الف

۳۳۔ دیکھیں: ضمیمہ۔ب